اسلامی فرقوں میں حق و باطل پہچاننے کا معیار

فرقہ ناجیہ اور نواصب میں فرق

از افادات حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

ترجمہ از مولانا عبدالحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

★

مکتوب دوازدہم | اس مکتوب میں واضح دلائل مہیا کئے گئے ہیں۔ اس بات پر کہ فرقہ ناجیہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجات حاصل کرنے والا گروہ) کون سا ہے۔ امام ولی اللہؒ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور انبیا علیہم السلام پر درود و سلام کے بعد فرماتے ہیں، کہ ایک دن میرے ایک فاضل عزیز نے ذکر کیا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے مشرف باسلام ہونے کی توفیق عطا فرمائی اسے فکر دامنگیر ہوئی کہ اسلام کے احکام و مسائل کی تعلیم حاصل کرے، اسی اثنا میں اہل تشیع میں سے ایک شخص اس سے ملا، اور اس نے کہا کہ اسلام کے بہت سے طریقے ہیں۔ (یعنی مسلمانوں کے بہت سے مختلف فرقے ہیں) اور ان میں سے زیادہ صحیح اور صائب طریقہ شیعہ امامیہ کا ہے۔ (اماموں کو معصوم اور مفترض الطاعۃ ماننے والا فرقہ امامیہ کہلاتا ہے۔) کیونکہ ان کا مدار اہل بیت کے اتباع پر ہے اور گھر والا خود اس سے زیادہ واقف ہوتا ہے، جو کچھ گھر میں ہو (اہل البیت ادری بما فیہ) یعنی اہل بیت رسول سب سے زیادہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دین اور شریعت کو اخذ کرنے والے اور جاننے والے ہیں۔ اہل بیت ہونے کی وجہ سے۔ لہٰذا تم متعصب نواصب (شیعہ لوگ اہل سنت کو اہل بیت کا مخالف کہتے ہیں۔ اور ناصبی کا لقب دیتے ہیں) سے ہوشیار رہو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور تم آؤ تاکہ امامیہ کے طریقہ پر تمہیں اسلامی مسائل کی تعلیم دی جائے۔ امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص کی ملاقات اس فاضل عزیز سے ہوئی۔ اور اس نے ساری بات سنائی، تو اس عزیز نے کہا کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے امامیہ تو بدترین فرقہ ہے۔ خبردار کہیں تجھے گمراہ نہ کر دیں۔ تم ہمارے پاس آؤ۔ تاکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے طریقہ کے مطابق

(یعنی حنفی طریقہ کے مطابق) تمہیں اسلامی مسائل کی تعلیم دیں۔ وہ نومسلم مشکل میں پھنس گیا۔ کہ کس طریقہ کو اختیار کرے۔ اور کچھ عرصہ اسی کشمکش میں مبتلا رہا۔ کیونکہ ہر ایک اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آخر اس فاضل عزیز نے اس نومسلم کو ایک تدبیر بتائی۔ اور یہ کہا کہ تم جامع مسجد چلے جاؤ۔ اور جب ہزاروں آدمی وہاں مجتمع ہوں، تو سب کے سامنے برملا دونوں مذہبوں کی بات پیش کر دو۔ اور پھر دیکھو لوگ کثرت سے کس مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور کون ان میں سے اپنے عقیدہ کے برملا اظہار سے خائف وہراساں یا خوفزدہ رہتا ہے۔ تم دیکھو اور سوادِ اعظم کا اتباع کرو۔ اس عزیز فاضل کی اس تدبیر سے وہ نومسلم اس مشکل سے نکلا۔ اور اہل سنت والجماعت کے پاکیزہ مسلک میں داخل ہو گیا۔ امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے متصل خواجہ محمد امینؒ (حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگردوں میں سے ایک مایۂ ناز شاگرد تھے۔) کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا، کہ اس فاضل نے جو تدبیر بتلائی اور اس پہ اعتماد کیا یہ ایک خطابی اور شعری (جس کو خطباء اور شعراء محض جذبات کی تسکین کے لئے اپنے خطابوں اور شعروں میں پیش کر دیتے ہیں اور اس قسم کی باتیں کوئی دلائل اور براہین کا درجہ نہیں رکھتیں۔) درجہ کی بات تھی۔ کیونکہ فرض کرو یہ بات ایران کے ملک میں واقع ہوتی جہاں کی اکثریت اہل تشیع پر مشتمل ہے۔ تو کیا وہاں سوادِ اعظم وہ ہو جاتے۔

علاوہ ازیں بہت سی بدعات جن پہ تمام لوگ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور انہیں بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں تو کیا اس پہ بھی سوادِ اعظم کا اطلاق ہوگا۔ اس کے بعد خواجہ محمد امینؒ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی، کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور لطف کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ میں بھی کوئی حجت قاطعہ ضرور ہوگی، جس میں شکوک اور شبہات کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اور جو شخص اس حجت کو پائے وہ ہدایت یافتہ ہوگا۔ اور اگر اس حجت کے واضح ہونے کے بعد نفس اور شیطان مانع ہو جائیں تو وہ انسان ہلاک ہوگا۔ اس کے بعد خواجہ محمد امینؒ کے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ کہ وہ دلیل اور حجت کونسی ہوگی۔ اس کا تعین ہونا چاہیئے۔ امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا کہ وہ دلیل ظاہر ہونی چاہیئے، تو میں نے کہا کہ اس مسئلہ میں اور تمام مسائل میں جن پر شرعی احکام موقوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا تقاضا یہ ہوا ہے، کہ اس نے جو علوم لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں اور سینوں میں محفوظ ہوتے ہیں ان سے وہ حجت قاطعہ قائم فرمائی ہے۔ اگرچہ بعض افراد میں ان علوم محزونہ کی تنقیح و ترتیب میسر نہیں ہوتی۔ اور بعض افراد میں ہوائے نفس یا رسوم کے ساتھ الفت مانع ہوتی ہے۔ اس حجت قاطعہ کے اتباع سے۔ لیکن بہر حال اس حجت قاطعہ کی تصدیق ضرور حاصل ہوتی ہے۔

شریعت غرا کی حقانیت، کی قطعی تصدیق حاصل ہونے کے بعد اور قرآن کریم کے احکام کے سامنے گردن خم کر دینے اور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مضبوط طریقہ پر پکڑ لینے کے بعد سب سے پہلی چیز جسکو عقل اپنے اوپر ضروری قرار دیتی ہے، وہ یہ ہے کہ :۔

۱۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تلاش کیا جائے۔ جو احکام الٰہی کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں۔ اور پھر ان ارشادات (اخبار و احادیث) کی دل و جان سے تصدیق کی جائے۔ اور اعضاء و جوارح سے اُن کی پیروی کی جائے۔ کیونکہ ہمارا کلام اُس شخص کے بارہ میں ہے۔ کہ جس نے تصدیق کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے۔ اور اُس نے مصمم قصد فرمایا ہے کہ وہ اس تکلیف سے عہدہ برآ ہوں۔ اب جس چیز کو ہم نے مخبر صادق کی زبان سے تو نہیں سنا اور نہ اپنی آنکھوں سے خارج میں اس کو دیکھا ہے۔ تو اس کے بارہ میں علم حاصل کرنے کا راستہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ ثقہ راویوں کی روایت کو ترجیح دی جائے۔ (یعنی ثقہ راوی جو روایات اس مخبر صادق سے بیان کریں، اُن کی تصدیق کی جائے۔)

۲۔ دوسری چیز جسکو عقل اپنے اوپر لازم قرار دیتی ہے، وہ یہ ہے کہ مختلف ارباب مذاہب و ملل کی اخبار اپنے ائمہ اور پیشواؤں سے دو قسم کی ہوا کرتی ہیں۔

ا۔ صاحب ملت کے الفاظ کو بعینہٖ نقل کرنا۔ اور یہ نقل یا تو خبر متواتر سے ہوگی۔ (جس کو نقل کرنے والے ہر دور اور طبقہ میں اتنے لوگ ہوں جن کے جھوٹ پر مجتمع ہونے کو عقل محال خیال کرے) یا اسکی نقل خبر مستفیض و مشہور کے ساتھ ہوگی۔ (جسکا درجہ تواتر سے کم ہوتا ہے) یا خبر صحیح سے ہوگی (جس کے نقل کرنے والے راوی عادل اور تام ضبط والے ہوتے ہیں۔) یا حسن (جو صحیح سے کم درجہ کی ہوتی ہے۔) یا غریب (جسکو نقل کرنے والا ایک ہی راوی ہوتا ہے) یا ضعیف سے (جس میں مذکورۃ الصدر شرائط مفقود ہوں) اور عقل لفظی اخبار کو ان ہی قسموں میں منحصر مانتی ہے۔

ب۔ دوسری قسم نقل یا روایت بالمعنیٰ ہے۔ اور یہ بھی کئی قسم ہے۔ ا۔ اس ملت کے تمام فرقوں کا اس پر اجماع ہو کہ یہ صاحب ملت کا دین ہے۔ اور یہ اسی سے لیا گیا ہے۔ اور اکثر کا اتفاق اس پر اسطرح واقع ہو کہ اس مسئلہ کا مخالف شاذ و نادر، چھوٹا، اور غیر معتبر سمجھا جائے۔

حل و عقد اور معاملات کی بست و کشاد میں اُس جماعت کا اعتبار ہوگا جو کہ شریعت کی حفاظت اور نگرانی کرنے پر قائم ہو۔ اور ورع اور اجتہاد کے ساتھ موصوف ہو۔ اور اس ملت کو ماننے والوں کے نزدیک پیشوا اور مقتدا ہو۔ ایسے لوگوں کا کچھ اعتبار نہ

ہوگا۔ جو نہ دین کی فہم میں حصہ رکھتے ہیں۔ اور نہ اُن کی سعی و کوشش حفاظت شریعت کے لئے مصروف ہو۔ اور نہ اُن سے دین و شریعت میں علمی تبحر معلوم ہو۔ اور نہ ملّت والے لوگ ان کو پیشوا اور مقتدا بناتے ہوں۔ پس ایسی جماعت کا قول اس سے بہت پست اور حقیر ہے۔ کہ اس سے حل و عقد میں اسکی کوئی تاثیر ہو۔

ب۔ نقل بالمعنی کی دوسری قسم ایسی خبر ہے۔ کہ ملّت کے مختلف فرقوں کا اس میں اختلاف واقع ہوا ہو۔ اور اس میں دو تین قول واقع ہوگئے ہوں۔ اور ہر ایک فرقہ اپنے لئے روایات سے دلائل پیش کرتا ہو۔ پس جو خبر متواتر یا مشہور ہوگی، اور تمام حاملین ملّت اس پر متفق ہوں یا اکثر اس پر متفق ہوں۔ تو ایسی اخبار اعلیٰ درجہ کی مانی جائے گی۔ گویا کہ ایسی اخبار کا ثبوت صاحب ملّت کیطرف سے ایسا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس پر قائم رہنے کی حجت قائم ہوگی۔ چنانچہ اسی قاعدہ سے یہ تخریج کر لینا چاہیئے کہ قرآن کریم، اصول عبادات و معاملات، عقائد وغیرہ یہ سب قطعی اور یقینی ہیں۔ ان کے قطعی اور یقینی ہونے کی حجت قائم ہے۔ اور یہی چیزیں اخبار شرع کے امہات اُصول میں ہیں۔ جن سے صرف نظر کرنا کسی طرح درست نہ ہوگا۔ اور ان کے مقتضاء پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

۳۔ تیسری بات — عقل اس بات کو پہچانتی ہے۔ کہ ملّت اسلامیہ کے مختلف فرقوں کا باہم اختلاف ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تمام ملل و مذاہب کے فرقوں میں باہم دگر اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ اختلاف دو قسم کا ہے۔

و۔ ایک اختلاف فرقِ نوابت (خود رو فرقوں) کا جمہور حاملین ملّت کے ساتھ، اور یہ اختلاف یا تو احکام کے استنباط میں ہوگا۔ یا نصوصِ شرعیہ کے آپس میں تطبیق کے سلسلہ میں ہوگا۔ عقل اس سلسلہ میں ہر ایک کے لئے جدا جدا حکم کرتی ہے، اور ہر ایک کو جدا جدا علامت سے پہچانتی ہے۔ اور اس چیز کو عقل نابت (خود رو) اور غیر نابت (حاملینِ ملّت) کی حقیقت سے ہی انتزاع کرتی ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبران اولوالعزم یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف اس لئے بھیجا ہے۔ کہ اپنا امر اور حکم ان کی زبانوں سے شائع کرادے۔ اور پھیلا دے۔

اور ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی طرح کوتاہی اور تقصیر نہیں کی اور قطعی اور یقینی طور پر شرائع اور احکام کی حقیقت کی تبلیغ کی ہے۔ اور وہ شہرت اور اشاعت کے طریق پر اخفاء اور کتمان کے طریق پر تبلیغ نہیں کی۔ اور ان کے سامعین نے بھی ان معانی کی حقیقت کو پوری طرح ادراک کیا ہے۔ اور اگر وہ سامعین ادراک نہ کرتے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

خبردار ہوتے، اور ان کی غلطی پر ان کو متنبہ کرتے۔ پس یہ احتمال پیدا کرنا کہ شاید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (شارع) نے بہت سی چیزیں جن کا تعلق شریعت کے ساتھ ہے۔ عوام تک نہ پہنچائی ہوں، یا پہنچائی ہوں۔ لیکن سامعین نے ان کے سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ اور شارع علیہ السلام کو ان کی غلطی کی اطلاع ہی نہ ہوئی ہو۔ یا اطلاع ہوئی ہو۔ لیکن آپ نے اس پر سکوت اور خاموشی اختیار کی ہو۔ یہ بات منصب رسالت پر نظر کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کے قصد وارادہ پر نظر کرنے سے (حق سبحانہ وتعالیٰ کا قصد وارادہ اپنے دین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانوں سے ظاہر کرنا اور ان کے ذریعہ غالب کرنا ہے۔) یہ احتمال واعتراض خود بخود ہی کمزور اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ پس یہاں سے یہ بات لازم آتی ہے۔ کہ حاملین ملت کا طبقہ اولیٰ جو کہ صحابہؓ وتابعینؒ ہیں، ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا بنانا چاہیئے۔ اور یہ بات جان لینی چاہیئے، کہ وہ مقدار جسکی تبلیغ مقصود ومطلوب تھی اس کا انہوں نے اچھی طرح ادراک کیا تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی غلطی نے راہ نہیں پائی۔

ان پہلے طبقات کے بعد ایسی جماعتیں پیدا ہوئیں کہ جن کی ہمت اور قصد صرف یہی تھا۔ کہ شارع علیہ السلام سے نصوص اخذ کریں جس معتمد طریق پر بھی حاصل ہوں۔ اور شریعت اور نصوص کے معانی ہر صحابی سے اور تابعی سے اخذ کریں۔ جو دین کی حفاظت کی سیرت اور ورع اور روایت کے ساتھ مشہور ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے طبقہ اولیٰ کو اپنا پیشوا بنا لیا ہے۔ اور اپنے اوپر ان کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں۔ شرائع کی معرفت میں ایسے لوگ حاملین علم ہیں، نوابت نہیں۔

اور اگر ان کا نظریہ یہ ہو کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے مطلوبہ احکام ان لوگوں تک پہنچائے ہی نہیں، یا تبلیغ تو کی تھی، لیکن وہ لوگ سمجھے نہیں، یا سمجھے تھے لیکن ان کو انہوں نے چھپا دیا، اظہار نہیں کیا۔ یا یہ کہیں کہ ان کی اکثریت غلطی اور خطا پر جمع ہو گئی۔ یا صرف ایک طریق سے ہی روایت قبول کریں۔ یا کوئی ایسی نئی بات (بدعت وغیرہ) پیدا کریں جس سے پہلے طبقہ کے لوگ بے خبر تھے۔ یا یہ کہیں کہ وہ لوگ شارع علیہ السلام کی نصوص کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے۔ اور ہم ان کو سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ نوابت ہیں۔ پس ان نوابت نے طبقہ اولیٰ کے ساتھ جن چیزوں میں اختلاف کیا ہے۔ اور ان کو جھوٹ کے ساتھ یا جہل کے ساتھ کیا ہے۔ ایسے لوگ قابل رد اور لائق تشنیع ہیں۔ اور ان کا اختلاف یقیناً پھینک دینے اور رد کرنے کے لائق ہے۔

حاملین ملت کا باہمی اختلاف | باقی رہا حاملین ملت کا بعض نصوص کی تطبیق میں بعض کیساتھ اختلاف یا استنباط اور اجتہاد کے مختلف ہونے کی وجہ سے باہم اختلاف، بشرطیکہ یہ اختلاف

تاویل بعید نہ ہو۔ اور طبع سلیم اس اختلاف سے اباء نہ کرے تو یہ اختلاف مقبول ہے۔

۴۔ چوتھی بات ـــ عقل تسلیم کرتی ہے کہ شیعہ نوابت (خودرو) ہیں۔ اور اہل سنت حاملین دین ہیں۔ اور عقل سلیم کا حکم یہ ہے کہ اہل سنت کے ساتھ شیعہ کا جو اختلاف ہے۔ اس میں شیعہ کے اقوال قابل ترک ہیں۔ باقی یہ کہ علماء اہل سنت کا باہم جو اختلاف بعد میں پیدا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں حکم یہ ہے۔ کہ ہر ایک کو اس بارہ میں معذور خیال کیا جائے۔ اور ان علماء کے اختلاف میں جو چیز اشبہ بالاصول (اصول دین سے زیادہ مشابہت رکھنے والی) ہو۔ اور صاحب شریعت کی نصوص سے زیادہ اقرب ہو۔ اور کبرائے طبقہ اولیٰ کے زیادہ قریب ہو۔ اس کو اختیار کر لینا چاہیئے۔ اور شیعہ کو ہم نے نوابت کہا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہب اس بات پر مبنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر وقت ایک امام پیدا ہوتا ہے جسکی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ اور وہ معصوم ہوتا ہے۔ اس پر وحی ہوتی ہے۔ اور اس پر ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کے سوا کوئی بھی مفروض الطاعۃ نہ تھا۔ پس انہوں نے ایسے عقیدہ کو گھڑا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اس لئے یہ لوگ نوابت میں سے ہوئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیعہ کہتے ہیں، کہ تمام صحابہ اور تابعین سوائے ایک تھوڑی سی جماعت کے سب کے سب حق پر نہیں تھے۔ اور کسی کی روایت کو بھی قابل اعتماد نہیں خیال کرتے بجز اپنے ائمہ کی روایت کے۔ اور یہ علامت ہے نوابت کی۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے، کہ شیعہ قرآن وحدیث کے اتباع کو اس شرط کے ساتھ مشروط قرار دیتے ہیں کہ جسکی طرف صرف ان کے ائمہ ہی رہنمائی کرتے ہوں۔ اور یہ علامت نوابت کی ہے۔

علاوہ ازیں شیعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے دائرہ کو انتہائی درجہ تنگ کر دیا ہے۔ اور یہ کہ کوئی شخص آپؐ کی ہدایت سے ہدایت یافتہ نہیں ہوا بجز اس کے کہ شریعت کے ایک دروازہ سے اندر داخل ہوئے اور دوسرے راستہ سے باہر چلے گئے۔ (کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے بجز چند آدمیوں کے اور کوئی بھی فائدہ نہیں حاصل کر سکا۔ جیساکہ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے، تو یہ رحمت اور ہدایت کے دائرہ کو تنگ کرنے کے مترادف ہے۔) اگر اس ہدایت کے دائرہ کو اس قدر تنگ تسلیم کیا جائے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے کیا کام کیا۔ اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہدایت اور رہنمائی فرمائی۔ اگر یہ بات ہو تو پھر جہنم کے ایک زاویہ سے نکل کر دوسرے زاویہ میں چلے جانے

کو تو ہدایت نہیں کہا جا سکتا. یقیناً یہ بات ایک بہتان عظیم ہے۔

معتزلہ بھی نوابت میں سے ہیں | کیونکہ اس گروہ کا حاصل کلام یہ ہے کہ یہ گروہ بہت سے عقائد میں طبقۂ اولیٰ کی خبر کو قبول نہیں کرتا۔ اور جہاں قبول کرتے ہیں تو اسکی ایسی تاویلات بعیدہ کرتے ہیں کہ خبر کو ظاہر سے بالکل پھیر دیتے ہیں. (اور نصوص کو اپنے محل سے پھیر دینا بھی نوابت کی علامت ہے۔)

بعض متصوفین بھی نوابت میں سے ہیں | موجودہ زمانے کے بعض متصوفین کے گروہ بھی نوابت میں سے ہیں. کیونکہ ان لوگوں نے احکام شرع کو معمولی بات خیال کیا ہے۔ اور ان کو وقعت نہیں دی۔ اور بعض نصوص کو اپنے مقاصد فاسدہ پہ محمول کیا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اصل مقصد تو اتحاد ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اتحاد) اور احکام شرع تو ان لوگوں کے لئے ہیں جو قاصر ہیں اور اس درجہ اتحاد تک نہیں پہنچ سکتے. یہ لوگ بلا شک نوابت میں سے ہیں. اور اس کا ثبوت یہ ہے. کہ اگر کوئی شخص اپنے دل کو ان کے عقائد سے جدا کر کے صاحب شریعت کی نصوص اور طبقۂ اولیٰ کی اخبار کو غور سے دیکھے تو ان میں ان کے مقاصد کی بُو تک بھی نہیں پائے گا. یقیناً ان کے عقائد باطل ہیں. اور بہتان عظیم ہے۔

فرقہ زیدیہ بھی نوابت میں سے ہے | جن کا عقیدہ ہے کہ ہر فاطمی عالم جو تلوار (اقتدار اور طاقت) کے ساتھ خروج کرے اس کا اتباع واجب ہو گا. اور اسکی نصرت میں سعی کرنی لازمی اور ضروری ہو گی۔

محدثین یا علماء کا باہمی اختلاف | محدثین اور علماء حدیث جو اپنی ہمتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے تتبع پر لگاتے ہیں جس معتمد اور معتبر طریقہ سے بھی وہ حاصل ہوں۔ اور طبقۂ اولیٰ یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی اخبار کی طرف بھی اپنی ہمتوں کو مبذول کرتے ہیں. لیکن بالاصالۃ نہیں۔ بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ حضورؐ کے کلام کی شرح وتفصیل ہے. اس لئے طبقۂ اولیٰ کی آراء خاصہ جو امور ملک وغیرہ کے بارے میں ہیں، جنہوں نے باہم اختلاف کیا ہے. اور یہ طبقۂ اولیٰ کے حضرات اس میں بتقاضائے بشریت اور کچھ اختلاف امزجہ کی وجہ سے باہم مختلف ہوئے ہیں ان محدثین نے اس بارہ میں کوئی توجہ نہیں کی. کیونکہ مقصد اصلی شریعت کی تفصیل کا معلوم کرنا ہے. اور یہ اختلافات وغیرہ ایسے امور سے ہیں کہ ان کو اس سے کچھ خاص تعلق نہیں۔ ان علماء کا باہم اگرچہ بظاہر اختلاف بھی ہوا ہے. لیکن فروعات میں اور یہ اختلاف عدم اختلاف کے برابر ہے. کیونکہ یہ بظاہر دیکھنے میں اختلاف ہے. اور حقیقت میں اتفاق ہے. اور یہ جماعت یقیناً حاملین ملت میں

رہے ہے ۔

خلفاء راشدین اور صحابہؓ کی روایات میں بہت کم اختلاف ہے باقی ہم نے یہ کہا کہ متعدد طرق پر روایت کرتے ہیں ۔ یہ ایک مجمل کلام ہے ۔ اسکی تفصیل یہ ہے ۔ کہ حضرت عمرؓ موافق مخالف سب کے اتفاق سے عقل تام، ضبط وافر اور حفظ عظیم رکھتے تھے، ورنہ اتنی بڑی خلافت کی تنظیم کیسے ہو سکتی تھی ۔ اور حضرت عمرؓ روایت میں اہتمام عظیم رکھتے تھے، منبر پہ بیان کرتے تھے، اور ان کے خطبوں میں جو لوگ حاضر ہوتے تھے، ان میں سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا تھا (یہ تو روایات کے بارہ میں طرز عمل تھا) ان کی خاص آراء کے بارہ میں تسلیم وانکار کا دائرہ وسیع تھا ۔ ان کے بعد ان ہی روایات کو ایک جماعت نے حفظ کیا ۔ یہاں تک کہ طبقہ محدثین تک یہ محفوظ رہیں ۔ اور انہوں نے پھر ان کو کتب میں مدون کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ۔

اس کے بعد ایک اور طریقہ ہم ذکر کرتے ہیں ۔ وہ یہ کہ حضرت علیؓ تمام موافق و مخالف کے اتفاق سے عقل تام، حفظ عظیم اور فہم ثاقب اور ضبط وافر رکھتے تھے ۔ اور پھر وہ اپنے ایام خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث برملا بیان فرماتے تھے ۔ کسی نے بھی ان پر ان احادیث واخبار کے بارہ میں جرح وقدح نہیں کی ۔ بہ خلاف ان کی خاص آراء کے جو ہنگام وار وگیر میں انہوں نے ظاہر کیں ۔ ان میں تسلیم وانکار کی گنجائش تھی، لیکن احادیث جو انہوں نے بیان کیں ان میں کسی قسم کا نکیر نہیں ہوا ۔ یہاں تک کہ یہ احادیث بھی اسی طرح مدون ہوئیں ۔ اب حضرت علیؓ کی بیان کردہ روایات کو جب ہم حضرت عمرؓ کی بیان کردہ روایات کے ساتھ موازنہ کرتے دیکھتے ہیں تو بالکل ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ پاتے ہیں ۔ بہت کم ان میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ اگر کچھ تھوڑا بہت اختلاف ہے بھی تو یہ تعدد روایات کے سلسلہ میں ناگزیر ہوا کرتا ہے ۔

اسی طرح جب ہم عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن عمرؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ اور ابوہریرہؓ، ابوموسیٰؓ، عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ، انسؓ، ابوسعیدؓ، جابرؓ وغیرہم دیگر صحابہؓ کی روایات کے سلسلہ میں دیکھتے ہیں تو وہی حفظ اور ضبط کی پوری پوری کوشش پائی جاتی ہے ۔ اور بعض کی روایات کو بعض کے ساتھ ہم منطبق پاتے ہیں ۔ اختلاف بہت کم نظر آتا ہے ۔

اب جو جماعت ان اخبار کے جمع وتدوین کی کوشش کرتی ہے وہ یقیناً حاملین دین میں سے ہے ۔ اور یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا نوابت اور حاملین دین کے درمیان فرق و امتیاز کا طریقہ، یہ ان لوگوں کے لئے ہے، جو ملت کے مختلف فرقوں کے احوال کا پوری طرح تتبع اور استقراء کرتے

ہیں۔ ورنہ عوام الناس کا یہ منصب نہیں ان کے لئے تو اتنی بات ہی کافی ہے، کہ کوشش و اجتہاد کے کسی نہ کسی طریق سے اتنی بات معلوم کر لیں جس سے حاملینِ ملت کو نوابت سے ممتاز کر سکیں اور پہچان سکیں۔ تاکہ حاملینِ ملت کا اتباع کر سکیں۔ ان کے ذمہ اتنی بات ضروری ہے۔ یہاں تک کہ ان کا استقراء تام ہو اور چہرہ مقصود سے پردہ ہٹا دیا جائے۔

بس اتنی مقدار وہ علم ہے، جس پہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف کا مدار رکھا ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں میں اجمالی طور پہ اس کی اصل کو مرکوز رکھا ہے۔ ہر چند کہ اسکی تفاصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً ظاہراً و باطناً ۔ (مکتوب شاہ ولی اللہؒ مندرجہ کلمات طیبات صـ۱۱۱ تا صـ۱۱۴)

نوٹ :- اس مکتوب شریف کا مطالعہ کرنے سے یہ بات خوب روشن ہو جاتی ہے۔ کہ مودودی صاحب بھی نوابت میں سے ہیں، اس لئے کہ ان کی کتابوں اور تحریروں میں ایسے مسائل پائے جاتے ہیں، جو نوابت کی علامت ہیں، اور حاملینِ ملت کے خلاف۔ مثلاً مودودی صاحب :-

۱۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے تھے،

۲۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو کر مومن کے اعلیٰ معیار کو ہر وقت قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔

۳۔ اور حاملینِ ملت کے طبقۂ اولیٰ کو اپنا پیشوا نہیں مانتے، بلکہ ان پر تنقید کو روا سمجھتے ہیں۔

لہذا

وہ نوابت میں سے ہیں جس طرح شیعہ

کیا آپ وفاق پڑھتے ہیں

وفاق پاکستان کا ممتاز روزنامہ ہے جو دینی اقدار کے فروغ کا علمبردار ہے وفاق ان خامیوں سے پاک ہے، جو بھاری بھر کم اخبارات روزانہ آپ کے گھروں میں پہنچتے ہیں مطالعہ کے لئے شائستہ مواد اور تازہ خبروں کے لئے وفاق پڑھئے۔ اور دوسروں کو اسکی ترغیب دیجئے۔

سالانہ چندہ ۴۵ روپے۔ ششماہی ۲۳ روپے۔ سہ ماہی ۱۲ روپے

شرائط ایجنسی جنرل مینجر روزنامہ "وفاق"

(پوسٹ بکس ۶۱۵) ام۔ میکلوڈ روڈ لاہور سے طلب کریں